عائلی زندگی سے متعلق صوفیا کے نظریات

Sufism perception of family life.

سید عدیل شاہ[*]

ABSTRACT:

Celibacy is considered to be the essential and prime part of mysticism. Sufi is supposed to leave the tastes and luxuries of the world and spend the life full of difficulties. He abandons the family and leave the wife by divorcing in order to be lost in practice of spiritual activities. During this practice, if he falls in love with any of women, the feeling happens to be cause of embracement for Sufi and he has to repent for that. On the contrary, Islam emphasizes on getting married and presents it as a solution for the problems in family, social, psychological and spiritual aspect of human life. The man who does not marry, has been scolded by prophet of Islam (PBUH) and he has refused to accept him as his follower. In this study, marital values according to Sufis has been taken into account and analyzed in the light of Quran and Sunnah. The articles is inter-connected with spiritual as well as with social problems which can be eliminated of right solutions described in Islamic sources and origins.

Keywords: Islam, Mysticism, Marriage

بامقصد اور کامیاب زندگی گزارنے کے لیے مرد وزن دونوں کو مخلص رفیقِ حیات کی ضرورت ہے۔ باہمی اعتماد اور محبت کے ساتھ میاں بیوی ایک ایسی شاہراہِ حیات کی تشکیل دیتے ہیں جو ذہن کو سکون، ضمیر کو مطمئن اور دل کو مہر و محبت کا احساس دلاتی ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ انسانی نفسیات کو مثبت پیرائے پر قائم رکھنے کے لیے نکاح ایک ضروری اور ناگزیر عمل ہے۔ حمودہ عبد العاطی کی تحقیق کے مطابق جنسی دباؤ کو زیادہ دیر تک روکے رکھنے سے انسانی ذہنی صحت اور سماجی کارکردگی بری طرح متاثر ہوتی ہے کیونکہ انسانی شخصیت کی تعمیر اور سماج میں باعزت زندگی کا بقا اسی صورت میں ممکن ہے اگر جنسی جبلت کے تقاضوں کو مناسب اور معقول طریقے سے پورا کرنے کا انتظام ہو[1]۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح یا مرد وزن کا باہمی رشتہ اس اعتبار سے اہم قرار دیا ہے کہ روئے زمین کے پہلے مرد حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ان کی زوجہ حوا کو پیدا فرمایا[2]۔ دنیا کی قدیم ترین مہذب تہذیبوں میں سے مصر کا نام سرِ فہرست ہے۔ مصر میں عائلی زندگی کے نہ صرف آثار ملتے ہیں بلکہ مصریوں کا یہ نظریہ بھی ہم تک پہنچا ہے کہ ان کے ہاں شادی کا مقصد صرف وارث پیدا کرنا نہیں تھا، وارث پیدا کرنے کے بجائے اہلیانِ مصر مشترک زندگی میں پنہاں آسائش اور مسرت کے حصول کے لیے رشتہ ازدواج میں بندھتے تھے[3]۔ اسی ذہنی سکون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نو مسلمہ عوائشہ لیمو لکھتی ہیں کہ مرد اور عورت دونوں کے لیے تنہائی پر مبنی زندگی گزارنا ناممکن ہے۔ یہ دونوں مل کر خاندان کی تعمیر کرتے ہوئے اس کی بقا اور تحفظ کے لیے ایک دوسرے کے مددگار بن جاتے ہیں جس سے ان کی خوشیاں، مفادات، مشکلات اور پریشانیاں مشترک ہو جاتی ہیں[4]۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ فلاح و کامرانی کا دارو مدار میاں بیوی کے آپس کے تعلق پر ہے[5]۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد اور عورت جب

[*]Ph.D Scholar, Faculty of Usool-ud-Din, IIU, Islamabad

تک دونوں اکیلے ہیں تب تلک ناقص ہستی کے طور پر زندگی گزارتے ہیں۔ شرعی اور قانونی طور پر جب دونوں میں رشتہ ازدواج قائم ہوتا ہے، ان کے نقائص خود بخود دور ہوتے ہیں۔ تجرد کی زندگی بسر کرنے والے مرد اور خواتین کو اکثر اوقات اعصابی اور نفسیاتی مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ جنسی خواہش کو دبانے کے نتائج وحشت ناک بیماریوں کی صورت میں سامنے آتے ہیں[6]۔ Encyclopedia Britanica کے مقالہ نگار کے مطابق عائلی زندگی انسان کے لیے جذباتی اور نفسیاتی تحفظ کا سامان کرتی ہے۔ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے لیے وجود اور پھر ان کے دل میں اولاد کی محبت اس ضمن میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں[7]۔

اسلام نے اس ضرورت کو مد نظر رکھا ہے اور ایسا ضابطہ حیات تشکیل دیا ہے جس میں انسانی جنسی خواہش کو حلال طریقوں سے پورا کرتے ہوئے نسل انسانی کی بقا کو معتدل اور مناسب انداز میں یقینی بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت میں ان کی زوجہ کے ساتھ رہنے کا حکم دیا[8] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد و عورت کا مقدس رشتہ تہذیبِ انسانی کی بنیاد ہے۔ بیویوں کو تخلیق کو مرد کی تسکین اور سکون کے ساتھ مربوط کرتے ہوئے زوجین کے مابین محبت اور مودت کو اپنی نشانی قرار دیا ہے[9]۔ اس پر مستزاد یہ ہے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دے کر[10] شرم وحیاء اور عفت و عصمت کا ایک مضبوط نظام فراہم کیا ہے۔ اس کے بعد ان دونوں کی محبت اور مودت کے نسلِ انسانی کو چلا دیا[11]۔ اس الٰہی نظام سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ ہی روئے زمین پر انسانی زندگی کے تسلسل کی شرطِ اول ہے۔

انسان کے نفسیاتی، حیاتیاتی، جنسی، خاندانی اور سماجی پہلو کے علاوہ عائلی زندگی اس کی روحانی بہتری اور اخروی نجات کے لیے بھی مدومعاون ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" إذا انفق الرجل علی اهله یحتسبها فهو له صدقة[12]"جب آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ" إنك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله إلا اجرت علیها حتی ما تجعل في فم امراتك[13]"جب تم کچھ خرچ کرو اور اس سے اللہ کی خوشنودی کی تلاش کرو تو وہ تمہارے لیے باعث اجر ہوگا خواہ تم اپنی بیوی کے منہ تک رزق پہنچاؤ۔

نکاح اور تصوف میں موافقت اور عدم موافقت علمی حلقوں میں عموماً بہت کم زیر بحث رہی ہے۔ صوفیا کے متعلق عموماً نکاح اور عائلی زندگی کے حوالے سے عوامی سطح پر واضح تصورات نظر نہیں آتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ صوفیا کے نظریات اور ان کے عمل میں تنوع پایا جاتا ہے۔ تصوف کی تاریخ کا مطالعہ یہی ظاہر کرتا ہے کہ اس طبقے میں نکاح کے بارے میں ایک کثیر الجہت اور منفرد نقطہ ہائے نظر موجود ہیں۔ عبادات اور وظائف میں ہمہ وقت مصروفیت کے باعث بعض صوفیا نکاح کو سرے سے اپنے لیے مضر خیال کرتے ہوئے زندگی بھر تجرد پر عمل کرتے ہوئے نظر آئے ہیں۔ دوسری جانب نکاح شدہ اور اصحابِ اولاد صوفیا اپنی عائلی زندگی کو نتائج سے مستغنی ہو کر خیر آباد کہہ دینے میں تامل نہیں کرتے ہیں۔ تیسری جانب ایسے صوفیا بھی ملتے ہیں جن کی زندگی کا عائلی گوشہ بھرپور طریقے سے ایک مثالی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس مقالہ میں ان تینوں طبقاتِ صوفیا کے عملی کردار اور ان کے نظریات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اہل وعیال سے مستغنی صوفیا

بعض صوفیا کا نظریہ تھا کہ ان کی عائلی زندگی ان کے روحانی سفر کو طے کرنے میں مانع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے آل و اولاد سے دور رہنے کو

ترجیح دی ہے۔

1۔ شاہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی شادی محض تین دن بعد طلاق پر منتج ہوئی تھی۔ جب ان کا بیٹا فوت ہوا تو وہ خدا سے دعا کر کے اس کی زندگی بچا سکتے تھے لیکن، وہ بعد میں افسوس کرتے تھے کہ یہ خیال ان کے ذہن میں بروقت نہیں آسکا تھا۔ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ "جب شیخ کے چھوٹے بیٹے نے وفات پائی اور حضرت اس کو دفن کر کے واپس آئے اور گھر پہنچے تو شاید حضرت کی بی بی صاحبہ بیٹے کے مرنے پر بہت روئی دھوئیں۔ جب ان کے بین کی آواز شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کو پہنچی تو حضرت ہاتھ ملنے لگے۔ شیخ بدر الدین علیہ الرحمۃ والرضوان حاضر تھے، وہ آداب بجالائے اور پوچھا کہ یہ افسوس کاہے کا؟ شیخؒ نے ارشاد کیا کہ اس وقت مجھے یاد آیا کہ میں نے حق تعالیٰ سے بچے کی زندگی کیوں نہ مانگی۔ اگر میں مانگتا تو وہ عطا فرماتا۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ دیکھو دوست کی یاد میں ان کی محویت دیکھو کہ کس درجے کی تھی کہ بیٹے کی موت زندگی بھی یاد نہیں آئی[14]۔

2۔ جب ابراہیم ادھمؒ نے بلخ کو خیر آباد کہا، ان کا ایک شیر خوار بچہ تھا۔ جب بچہ جوان ہوا تو اس نے اپنی ماں سے اپنے والد کے بارے میں پوچھا۔ ماں نے جواب دیا کہ تمہارے والد کھو چکے ہیں۔ حاجیوں کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ لڑکا اپنی ماں کو لے کر مکہ کی جانب سفر پر گامزن ہوا۔ ابراہیم کے دوستوں میں سے ایک شخص کی مدد سے وہاں اس نے اپنے والد کو پہچان لیا لیکن وہ اس سے ہمکلام ہونے سے خوف زدہ تھا۔ اس نے اپنے والد کے دوست سے کہا "مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے ان سے بات کی تو وہ اسی طرح بھاگ جائیں گے جس طرح پہلے ہم سے بھاگے تھے"۔ اس شخص نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور اسے ابراہیم بن ادھمؒ کے پاس لے گیا۔ جب باپ بیٹے کی ملاقات ہوئی تو ابراہیمؒ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا "اے رب! میری مدد کر"۔ اس وقت بیٹا ان کے سینے سے لگا ہوا تھا اور ان کی آغوش میں ہی لڑکے کو موت آگئی۔ ابراہیم نے اپنے دوست کو بتایا کہ جب میں نے اپنے بیٹے کو سینے سے لگایا تو عشق نے میرے دل پر طنز کیا۔ مجھے ایک آواز سنائی دی کہ "اے ابراہیم! تم ہم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور ہمارے ساتھ کسی اور سے بھی محبت کرتے ہو"۔ جب میں نے یہ آواز سنی تو دعا کی کہ "اے عظمتوں کے رب! میری مدد فرما۔ یہ لڑکا بہت جلد میرے دل پر قبضہ کر لے گا اور پھر میں تجھ سے محبت نہ کر سکوں گا۔ میری جان نکال لے یا اس کی جان نکال لے"۔ اس لڑکے کی وفات میری دعا کا جواب تھی[15]۔

3۔ شمعون محبؒ (م:913) جو سلسلہ قادریہ کے ایک شیخ سری سقطی (م:867ء) کے مرید تھے، اپنے بچے کو ملامت کرتے ہوئے پائے گئے ہیں[16]۔

4۔ فضل بن عیاضؒ (م:803) تیس سال بعد صرف ایک مرتبہ مسکرائے تھے اور یہ ان کے بیٹے کی وفات کا وقت تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ جس کام میں خدا کی خوشی ہے ان کی خوشی بھی اسی میں ہے۔ پھر انھوں نے شادی اور بچے پیدا کرنے سے متعلق سخت غم وغصے کا اظہار کیا[17]۔

5۔ قحط کے ایک زمانے میں شیخ ابو بکر شبلیؒ (م:945ء) اپنے ایک رفیق کے ساتھ اپنے بھوکے بچے کے لیے کچھ پیسا اکٹھا کرنے کے لیے سفر کرتے ہیں۔ انھوں نے کچھ پیسا جمع کر لیا اور واپسی پر شبلی نے اس کا ایک بڑا حصہ لوگوں میں بانٹ دیا۔ جب دوست نے احتجاج کیا کہ بچہ گھر میں بھوکا ہے تو صوفی نے جواب دیا "تو کیا ہوا؟"[18]۔

6۔ باباشاہ فریدؒ (م:1265ء) کی کئی بیویاں اور ان سے کئی بچے تھے۔ جب انہیں کوئی شخص آکر بتاتا کہ ان کا فلاں فلاں بچہ اتنے دنوں سے بھوکا ہے تو شاہ فرید اس پر کوئی ردعمل ظاہر نہ کرتے تھے۔ ایک روز ان کی ایک بیوی نے آکر واویلا کیا کہ اس کا بچہ بھوک کی وجہ سے موت کے قریب پہنچ چکا ہے تو صوفی نے جواب دیا" شاہ فرید کیا کر سکتا ہے؟ اگر بچہ مر گیا تو اس کی ٹانگوں کو رسی سے باندھ کر گلی میں پھینک دینا[19]"۔

7۔ شاہ معین الدین اجمیریؒ نے ایک خاتون سے شادی کی اور تین روز بعد اس کو طلاق دے دی اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ انھیں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ایک روحانی پیغام ملا ہے کہ قطب الدین نے گزشتہ تین راتوں سے رات کے ذکر کا تحفہ ارسال نہیں کیا ہے[20]۔

8۔ شاہ شرف الدین مانیریؒ کو زمانہ طالب علمی میں سونار گاؤں میں قیام کے دوران کچھ ایسی بیماریاں آن لگیں کہ حکیم نے ان کو بتایا کہ ان بیماریوں کا علاج نکاح میں ہے۔ انھوں نے شادی کی یا نہیں، اس کے بارے میں معلومات نہیں مل سکی ہیں البتہ ان کی صحت یابی سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے نکاح کیا تھا لیکن وہ زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکا تھا کیونکہ بعد کی سوانح میں ان کی بیوی کا تذکرہ کہیں بھی نہیں آتا ہے۔ ان کے ہاں ایک بیٹا بھی پیدا ہوا تھا اس کو انھوں نے اپنی والدہ کی دیکھ بھال کے لیے مانیر میں چھوڑ دیا تھا۔ اپنے بیٹے کے بارے میں انھوں نے زندگی بھر کسی فریفتگی یا محبت کا اظہار نہیں کیا[21]۔

9۔ شاہ مظفر شمس بلخیؒ (م:1400ء) نے بھی اپنی روحانی تربیت مکمل ہونے کے بعد اپنی بیوی کو چھوڑ دیا تھا[22]۔

صوفیا نے نہ صرف خود تجرد پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزار دی بلکہ انھوں نے اپنے مریدوں کو بھی نصیحت کی کہ وہ تجرد کو اپنائے رکھیں۔

10۔ شاہ فریدؒ نے اپنے مرید خاص اور خلیفہ کو یہی مشورہ دیا تھا کہ شادی مت کرنا۔ باادب مرید نے اس نصیحت کو مضبوطی سے تھامے رکھا[23] انھوں نے نہ تو کبھی شادی کی اور نہ ہی شادی کے بارے میں سوچا۔ انھوں نے ایک ایسی زندگی گزاری جس میں ان کا اپنے نفس اور جذباتی دباؤ پر قابو تھا۔ البتہ اپنی بہنوں اور دیگر بچوں کے ساتھ ان کے تعلقات بہت مشفقانہ تھے۔ ان کے خلیفہ شاہ ناصر الدین محمودؒ تھے، ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس میں انھوں نے ناصر الدینؒ کو زندگی بھر متجرد رہنے کی نصیحت کی ہو۔

11۔ شاہ ناصرؒ ایسے مجذوب ہوئے کہ ایک مرتبہ انھوں نے دہلی کو خیر آباد کہہ کر واپس اپنے گاؤں کا رختِ سفر باندھ لیا۔ وہ بھی زندگی بھر متجرد رہے لیکن اپنی جنسی ضرورت کو دبانے کے لیے ان کو سخت محنت کرنا پڑی۔ انھوں نے اتنی زیادہ مقدار میں لیموں کھائے کہ بیمار ہو گئے۔ پھر انھوں نے خود پر فاقہ کشی لازم کر لی۔ شاہ ناظم الدین اولیاء جو اپنے مریدوں کی نفسیاتی حالت کو پہچاننے کی خوب مہارت رکھتے تھے، انھوں نے شاہ ناصر کو خود پر قابو پانے اور عشق میں اوجِ کمال کو پہنچنے کے طریقوں سے آگاہ کیا[24]۔

یہ یقینی ہے کہ صوفیا نے اپنی جن بیویوں کو چھوڑ دیا انہیں ناکردہ غلطیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا تھا۔ البتہ جس ماحول میں وہ رہتی تھیں وہاں انہیں وقت کے اہم صوفیا کی عارضی بیویاں ہونے کا اعزاز ضرور حاصل ہوا ہو گا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کے مریدین کی نظر میں ان کا یہ قدم تصوف کے عملی اظہار کی اعلیٰ ترین مثالوں میں سے ایک ہوتا تھا۔ تذکرۃ الاولیا اور صوفی حکایت نویسوں میں سے کسی اور مصنف نے بھی ان کے اس عمل پر ذرا بھر بھی نقد یا تبصرہ نہیں کیا ہے۔ خلیق احمد نظامی عائلی معاملات میں صوفیا کے رویوں کو سامنے رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عائلی ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کرنے کے حوالے سے سستی کا ارتکاب صوفیا کی عملی زندگی کا ایک عمومی پہلو ہے[25]۔

نکاح کے حامی صوفیا

1۔ اسلامی تاریخ کے ایک اہم ترین صوفیا میں سے ایک، شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے پچاس برس کی عمر میں شادی کی۔ان کے بارے میں کہا گیاہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو خواب میں آکر نصیحت کی کہ چار شادیاں کرو،انھوں نے چار شادیاں کیں اور کثیر اولاد،49 بچے، پیدا ہوئے[26]۔

2۔ شاہ قطب الدین منورؒ اپنے آبائی علاقے ہانسی میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتے تھے اور انھوں نے اپنے بیٹے کی اعلیٰ اخلاق کے تقاضوں کے مطابق پرورش کی۔ سلطان محمد بن تغلق کے حکم پر جب انہیں اپنے اہل وعیال چھوڑ کر حاضر ہونا پڑا تو ان کو اپنے اہل وعیال کی فکر ستائے جارہی تھی۔انھوں نے جب دیکھا کہ شاہی جاہ و جلال کے سامنے ان کو بیٹا مضطرب ہو رہاہے تو انھوں نے اس کو نصیحت کی کہ "اے میرے بیٹے!یاد رکھو، ہر قسم کی شان وشوکت اور جاہ وجلال صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے[27]"۔

3۔ سید گیسو درازؒ نے چالیس برس کی عمر میں نکاح کیااور ان کے ہاں کئی بچے پیدا ہوئے[28]۔وہ اپنے بچوں کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے اور دینی تعلیمات کی روشنی میں ان کی اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ انھوں نے ان کی دنیاوی فلاح کی طرف بھی توجہ دی۔انھوں نے شریف اور امیر خاندانوں میں سب بچوں کی شادیاں کیں اور بوقت وفات ان کے لیے کثیر جائیداد چھوڑی[29]۔

4۔ شیخ معین الدین اجمیری نے اپنی زندگی کے آخری حصے میں دو شادیاں کیں[30]۔ہمیں پتہ چلتاہے کہ یہ انھوں نے اپنے بیٹوں کے اصرار پر کیا تھا[31]۔

فنا فی اللہ زوجین

چند صوفیا کی شادی شدہ زندگی بعض خاصیتوں کی بنا پر قابلِ غور ہے۔کچھ صوفی جوڑے روحانی سرگرمیوں میں اس قدر ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ان کے پاس ازدواجی اور جبلی تقاضے پورے کرنے کا وقت ہی نہیں تھا۔

1۔ جنید بغدادیؒ کے اساتذہ میں سے ایک، ابو احمد قلاسانیؒ کی زوجہ ان کے پاس تیس برس تک، کنواری رہیں[32]۔

2۔ رسالہ قشیریہ میں ایک ایسے ہی صوفی جوڑے کے بارے میں بتایا گیاہے جنہوں نے نکاح کے بعد ستر برس اس رشتے کے ساتھ گزارے لیکن ایک دوسرے کو مس نہیں کیا[33]۔

3۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز مثال محمد بن خفیف شیرازیؒ(م:1001) کی ہے جو اپنے وقت کے عظیم ترین صوفیا میں سے تھے اور کئی صوفی سلسلوں کے مصنف تھے،انھوں نے چار سو خواتین کے ساتھ نکاح کیا۔ایک وقت میں شار عورتیں اپنے حرم میں رکھتے تھے۔پھر ان سب کو طلاق دے دیتے تھے۔حکمرانوں اور اشرافیہ کی بیٹیاں ان کے ساتھ نکاح کی خواہش رکھتی تھیں تاکہ ان پر ہونے والے فضل خاص سے وہ بھی استفادہ کر سکیں[34]"۔

4۔ نظام الدین اولیاؒ نے اپنے مریدوں کو آنکھوں دیکھا حال بتایا کہ "ایک بہت بزرگ پیر تھے جو پانی کے کنارے سکونت رکھتے تھے۔انھوں نے کچھ کھانا تیار کر کے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ کھانا سر پر رکھو اور پانی کے دوسرے کنارے پر بیٹھے ایک درویش کو دے آؤ۔بیوی

نے جواب دیا کہ پانی زیادہ گہرا ہے اس لیے میرا دوسرے کنارے پہنچنا مشکل ہے۔ انھوں نے کہا کہ جا کر پانی سے کہنا کہ میرے شوہر نے آج تک مجھ سے صحبت نہیں کی ہے۔ اس لیے میری اس حرمت کا لحاظ کرو اور مجھے راستہ دو۔ بیوی حیران ہوئی کہ میرے شوہر سے میرے ہاں اولاد ہو چکی ہے، بھلا میں یہ جھوٹ پانی کے سامنے کیسے بول سکتی ہوں؟ بہر حال وہ شوہر کے حکم کی تعمیل میں پانی کے کنارے گئی، مذکورہ فقرہ بولا تو پانی میں شگاف پڑ گیا اور وہ دو پھاٹ ہو گیا۔ بیچ میں خشک راستہ بنا، خاتون پار گئی۔ واپس آ کر اس نے اپنے شوہر سے جھوٹ کی وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ میرا تم سے صحبت کرنا اور نہ کرنا برابر ہے کیونکہ میں نے کبھی بھی اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کے لیے صحبت نہیں کی بلکہ تمہارا حق ادا کرنے کے لیے کی ہے[35]۔

عائلی زندگی سے متعلق صوفیانہ افکار و نظریات

"کتاب اللُمع فی التصوف" میں ابراہیم بن ادھمؒ (م:728) کے حوالے سے شیخ ابو النصر سراج لکھتے ہیں کہ "جب ایک صوفی نکاح کر لیتا ہے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ پہاڑ پر چڑھ گیا ہے اور جب اس کے ہاں بچے کی ولادت ہو گئی تو اس کا مطلب ہو گا کہ وہ ڈوب گیا ہے[36]۔

اسی کتاب کے باب نمبر 52 کا عنوان "اولاد کی پرورش اور طریقۂ نکاح" ہے۔ اس باب میں بھی نکاح کی مشروعیت یا صوفیا کے تجرد کے بارے میں بحث نہیں کی گئی ہے۔ البتہ اس میں ایک اہم موضوع یہ بیان کیا گیا ہے کہ صوفی کو نبی اکرم ﷺ کی سنت کی پیروی میں بچوں کے ساتھ پیار اور شفقت سے پیش آنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے[37]۔

شادی کے حوالے سے کتاب اللمع میں بیان کردہ دو اہم نکات قابلِ غور ہیں۔ پہلا نقطہ یہ کہ اگر کسی صوفی کے ہاں اولاد ہو تو اس کو چاہیے کہ ان کی پرورش کے فریضہ کو پوری ذمہ داری سے ادا کرے اور اس کو محض خدا پر نہ چھوڑ دے۔ دوسرا نقطہ یہ کہ صوفی کو چاہیے کہ کسی غریب خاتون سے شادی کرے۔ اگر کوئی امیر خاتون خود اس سے شادی کرنے کی خواہش مند ہو تو اس کو چاہیے کہ اس کی امارت اور دولت کا فائدہ مت اٹھائے[38]"۔

کشف المحجوب میں "آداب نکاح و تجرد" کے عنوان سے ایک مکمل باب ہے۔ سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ انسانوں کے ساتھ ملحق رہتے ہیں ان کے لیے شادی ایک معقول عمل ہے۔ جو لوگ انسانوں کے ساتھ الحاق کو ختم کر کے خدا سے لو لگا لیتے ہیں ان کے لیے تجرد ایک خزانہ ہے۔ آپ نے تجرد کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے خبردار کیا ہے کہ "تنہا آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے"۔ ان کے نزدیک بہترین لوگ وہی ہیں کہ اخیر عمر میں جن کے ہاں عیال نہ ہوں۔ صوفیا کا نظریہ ہے کہ وہی لوگ زیادہ افضل ہیں جو حرص و ہوس، گناہ کی نیت اور پچھتاوے سے پاک دلوں کے ساتھ تجرد میں ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ "المختصر طریقت کی بنیاد تجرد پر ہے[39]"۔

سید علی ہجویریؒ کے اپنے تجربے کو بھی یہاں بیان کرنا مفید معلوم ہوتا ہے جو فرماتے ہیں کہ گیارہ برس تک خدا نے مجھے نکاح کے خطرات سے محفوظ رکھا، میری قسمت میں ایک ایسی عورت کے تصور کے ساتھ محبت لکھی تھی جس کو میں نے دیکھا نہیں تھا۔ یہ محبت اس قدر بڑھ گئی کہ میرا مذہب غارت ہونے کو آ گیا۔ آخر کار خدا نے اپنی رحمت سے میرے کج رو دل کی حفاظت کی اور میرا ایمان بحال کیا[40]۔ نفس کشی کی اس واردات نے یقیناً نکاح اور شادی کے خلاف ان کے ذہن کو مزید پختہ کیا ہو گا۔

ہندو مت میں پروہتوں، عیسائیت میں راہبوں، بدھ مت میں بھکشوؤں اور اہلِ اسلام میں صوفیا میں تجرد ایک طویل عرصے تک ایک محبوب عمل کے طور پر مروج رہا ہے[41]۔

امام غزالیؒ کی یادگار تصنیف احیاء العلوم میں نکاح پر ایک طویل باب ہے جو تقریباً ستر صفحات تک پھیلا ہوا ہے[42]۔ امام غزالی نے نکاح کے بارے میں انسان کو حاصل حقوق اور اختیارات کا ذکر کرنے کے بعد نکاح کو تجرد پر فوقیت دی ہے اور اسی کو قابل ترجیح قرار دیا ہے[43]۔ امام موصوف نے حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص غربت کو عذر بنا کر نکاح سے گریز کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے[44]۔ حضرت عمر کا قول "نکاح انسان کی دین داری میں رکاوٹ نہیں بنتا ہے" اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول "عابد کی عبادت اس وقت تک نامکمل رہتی ہے جب تک وہ نکاح نہیں کر لیتا ہے[45]" بھی پیش کیا گیا ہے۔ ابن عباس کا قول "مسلم معاشرے میں وہ شخص زیادہ بہتر ہے جس کی زیادہ بیویاں ہیں" نقل کرتے ہوئے امام غزالی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی مثال پیش کی ہے جن کی اسی بیویاں تھیں[46]۔ انھوں نے حضر معاذ بن جبل کی مثال بھی پیش کی ہے جن کی دو بیویاں طاعون ایسی مہلک بیماری کا شکار ہو کر فوت ہو گئیں اور خود معاذ بن جبل بھی اس میں مبتلا تھے اس کے باوجود انھوں نے شادی پر اصرار کیا کیونکہ وہ خدا کے سامنے اکیلے پیش نہیں ہونا چاہتے تھے[47]۔ امام غزالی پیش پیش نظر ایک عام مسلمان کے حالات تھے، ان کی بحث صوفیا کے متعلق نہیں ہے۔

شاہ ضیاء الدین عبد القاہر سہروردی (م:1168) کی کتاب آداب المریدین اور ان کے بھتیجے شاہ شہاب الدین سہروردی (م:1234ء) کی کتاب عوارف المعارف بھی تصوف کی اہم کتب میں شمار کی جاتی ہیں کیونکہ یہ کتابیں باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے مرشد اور مرید کی تربیت کا نصاب بنائی گئی تھیں۔ اول الذکر میں متعلقہ باب کے آغاز میں لکھا ہے کہ صوفی کو دنیاوی لذت اور دولت کے حصول کے لیے نکاح نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کو چاہیے کہ نکاح اس لیے کرے کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت پوری کی جا سکے اور بہکنے سے بچا جا سکے۔ لیکن اس کے باب مکمل باب نکاح سے گریز کرنے سے متعلق مباحث پر مبنی ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ ہمارے عہد میں شادی سے گریز کرنا چاہیے۔ اپنے نفس کو جاں فشانی، بھوک، شب بیداری کی عبادت اور سفر کا پابند بنانا چاہیے[48]۔ یہ اصول مریدوں کے لیے بالخصوص اور مرشد کے لیے بالعموم قابلِ اطلاق تھا۔

عوارف المعارف میں شاہ شہاب الدین نے اس بارے میں ایک متوازن موقف پیش کیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ایسی احادیث جو تجرد کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں وہ سب لوگوں کے حالات و واقعات کے مطابق قابلِ انطباق نہیں ہیں۔ اسی طرح وہ احادیث جو تزویج کے ضمن میں نقل کی جاتی ہیں وہ بھی تمام صوفیا کے حالات کے مطابق قابلِ اطلاق نہیں ہے[49]۔ چنانچہ انھوں نے یہی سبق دیا ہے کہ ہر صوفی اپنی صورت حال کا جائزہ لے اور دیکھے کہ اس کے لیے کس طرح کا عمل بہتر ہے، تجرد یا تزویج۔ لیکن شاہ شہاب بعد میں اس موقف پر ڈٹ جاتے ہیں کہ صوفی کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ متجرد رہے کیونکہ اس کے نتیجے میں وہ اپنی راہ پر بہتر طریقے سے چل پائے گا جس کا اس نے انتخاب کیا ہے۔ اگر وہ شادی کرتا ہے تو ممکن ہے طویل المیعاد محنت سے حاصل کردہ مرتبہ کھو دے۔ اس نقطہ نظر کی تائید میں وہ ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس کا مفہوم یہ کہ دو سو برس بعد بہت سے لوگوں کے لیے غیر منکوح رہنا بہتر ہو گا۔ (یہ حدیث انھوں نے مکرر بیان کی ہے)[50]۔ تقریباً ایک درجن صفحات کے مکمل باب میں شیخ ایک موقف سے دوسرے موقف تک منتقل ہوتے ہیں۔ وہ صوفیا کے تذکروں میں سے اس معاملے میں میں متضاد مثالیں بھی پیش

کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انکا موقف یہی تھا کہ ایسے مرید جنہوں نے اپنے روحانی مقام و مرتبے کے حصول کے لیے کئی برس تک محنت کی ہو، انہیں گھریلو امور میں مصروفِ عمل ہو کر اپنی روحانی مرتبت کو گنوا نہیں دینا چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کا موقف تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ کو ترک بھی نہیں کرنا چاہیے۔

شاہ نظام الدین اولیاءؒ(م:1325ء) نے تجرد کی زندگی گزاری تھی، ان کے ایک مرید نے نکاح اور تجرد سے متعلق سوال پوچھا تو انھوں نے وضاحت کی کہ یہ حکم صرف کنوارے کے لیے ہے۔ اگر کوئی شخص پہلے سے خدا کے ذکر میں اس قدر مشغول اور مصروف ہو چکا ہے کہ اس کے ذہن میں خدا کے سوال اور کچھ نہیں ہے تو اس کو کنوارہ ہی رہنا چاہیے۔ لیکن اگر وہ اپنے ذہن کو دیگر خیالات سے الگ نہیں کر سکتا تو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ شادی کر لے [51]۔ ان کی نصیحت ہے کہ درویش کو صبر و قناعت اپنا کر عورت سے کنارہ کرنا چاہیے، یا صبر کر کے ایک عورت کو جھیلنا چاہیے یا پھر (اپنے گناہوں کی پاداش میں) جہنم میں صبر کرنا چاہیے [52]۔

شیخ جنید بغدادیؒ(م:910) کے عہد میں خواجہ ابو محمد مرتعشؒ کی کہانی چونکا دینے والی ہے۔ آپ نیشا پور سے بغداد تشریف لائے اور وہیں وفات پائی۔ ایک مرتبہ گلی میں سے گزرتے ہوئے ان کو پیاس لگی۔ ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر پانی مانگا تو ایک خوبصورت لڑکی پانی لے کر آئی۔ خواجہ مرتعش اس کو دیکھتے ہی اس کی محبت میں ایسے گرفتار ہوئے کہ پانی تک پینا بھول گئے۔ اسی دوران لڑکی کا والد باہر ماجرا دیکھنے نکلا۔ خواجہ کو اس حالت میں دیکھ کر اس نے کہا کہ میں اپنی لڑکی آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔ وہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور لڑکی کے والد کی درخواست پر صوفیانہ لباس اتار کر دولہے والا لباس زیب تن کر لیا۔ تب اوپر سے آواز آئی کہ تم نے مجھ سے ایک مرتبہ نظر ہٹائی تو اس کی سزا کے طور پر تمہارا صوفیانہ چولا ہمیشہ کے لیے اتر گیا ہے۔ اگر تم نے دوبارہ اس پر نظر ڈالی تو تم سے روحانی خلعت بھی چھین لی جائے گی۔ چنانچہ نکاح کے فوراً بعد وہ شادی اسی روز طلاق پر منتج ہوئی [53]۔

صوفی سلسلے میں زیادہ زور تجرد اور عورت سے دوری پر دیا گیا ہے۔ خواجہ مرتعش کا لڑکی کو دیکھتے ہی اس کی محبت میں گرفتار ہو جانا، ان کے روحانی موام و مرتبے کے حوالے سے قابلِ تجزیہ ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ شادی کے فوراً بعد لڑکی کو طلاق دے دینا، صوفی اخلاقیات کے حوالے سے ایک قابلِ بحث امر ہے۔ اس واقعہ کے ضمن میں کئی سوالات جنم لے سکتے ہیں جن کے جوابات ایک مستقل مقالے کے متقاضی ہیں۔

مذکورہ تمام کیسوں (ابراہیم بن ادھم سے آخری کیس تک) کو صوفیانہ نظر سے ہی دیکھا گیا ہے۔ کیا صوفیت کے اس تناظر میں اس کی کوئی توجیہ پیش کی جا سکتی ہے؟ صوفیانہ خاکے میں، کیا حکمِ امتناع کو اس انداز میں لے کر چلنا ٹھیک ہے؟

شاہ ناصر الدین چراغؒ، جو خود ایک متجرد تھے، وہ تجرد کی تائید میں مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ کو پیش کرتے ہیں:

وَاعۡلَمُوا أَنَّمَا أَمۡوَالُكُمۡ وَأَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِندَهُۥٓ أَجۡرٌ عَظِيمٌ [54]

جان لو کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد ایک آزمائش کے سوا کچھ نہیں اور یہ کہ اللہ، اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنۡ أَزۡوَاجِكُمۡ وَأَوۡلَادِكُمۡ عَدُوًّا لَّكُمۡ فَاحۡذَرُوهُمۡ وَإِن تَعۡفُوا وَتَصۡفَحُوا وَتَغۡفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ إِنَّمَا أَمۡوَالُكُمۡ وَأَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ وَاللَّهُ عِندَهُۥٓ أَجۡرٌ عَظِيمٌ [55]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھارے بچوں میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

ان آیات سے وہ یہ موقف اخذ کرتے ہیں کہ شادی اور نکاح صوفی کے حق میں بہتر نہیں ہے[56]۔ خواجہ گیسو دراز چشتیؒ لکھتے ہیں کہ کہ خدا کی محبت اور اولاد کی محبت ایک دوسرے کے ساتھ بے جوڑ اور بے آہنگ ہے۔ اس کے ساتھ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ تمام صوفیا کا یہ موقف نہیں ہے بلکہ چند صوفیا اس کے برعکس نظریے کے حامل بھی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ماننا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اولاد کی محبت کو ایک دل میں جمع کیا جاسکتا ہے[57]۔

ملتان اور اوچ شریف کے سہروردی صوفیا اپنی دقیق رسی، نکتہ رسی، عبادات میں پختگی اور صوفیانہ یادگاریوں کی بنا پر خاص مانے جاتے ہیں[58]۔ اس لیے یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس سلسلے میں موجود صوفیا نبی اکرم ﷺ کی سنت پر ضرور عمل کرتے ہوں گے۔ حیرت انگیز طور پر اس سلسلے میں صف اول کے کچھ صوفیا متجرد تھے لیکن بعد میں یہ عمل ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے تبدیل ہو گیا۔ شاہ بہاؤ الدین زکریا کے سات بچے تھے۔ ملتان اور اوچ کے دیگر صوفیا کی عائلی زندگی کے بارے معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ شاہ بہاؤالدین سے لے کر شاہ مخدوم جہانیاں تک تمام صوفیا عالمی سطح پر معزز تھے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اپنی بیویوں اور اولاد کے بارے میں رویہ انتہائی مثبت اور ذمہ دارانہ تھا۔ مخدوم جہانیاں تو اپنے سب سے بڑے بیٹے ناصر الدین محمود، جو ان کے خلیفہ بنے، کی وجہ سے مسائل کا شکار بھی تھے۔ محمود کے ہاں نہ صرف متعدد بیویاں تھیں بلکہ روایات کے مطابق اس کے حرم میں 140 تا 950 لونڈیاں بھی تھیں۔ اس کے بچوں کی تعداد اٹھارہ، بیس اور ایک سو تک بتائی جاتی ہے[59]۔ شومئ قسمت کہ وہ ہمیشہ مقروض رہا۔ مخدوم جہانیاں اپنے ملفوظات میں اس کو دُرزِ خانگی (گھر کا چور) قرار دیتے ہیں[60]۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ ملتان کے سہروردی سلسلے کے مرکز میں بھی شاہ رکن الدین ملتانی کا خلیفہ بھی مالی اور اخلاقی اعتبار سے مشکوک کردار کا حامل بن گیا[61]۔ ان دونوں کی کی عائلی زندگی کے بارے میں زیادہ معلومات موجود نہیں ہیں۔

اوپر بیان کی گئی مثالوں سے معلوم ہوتا ہے جو صوفیانہ سلسلے شریعت کے احکام کا لحاظ رکھتے تھے ان کے ہاں شادی اور عائلی زندگی موجود تھی۔ جہاں تک اوچ شریف اور ملتان کے سہروری سلسلہ کی اگلی نسل کا تعلق ہے تو صوفیا سے متعلق ان کے رویوں کو عمومی رنگ دینا درست معلوم نہیں ہوتا ہے۔ یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ دوسری نسل کے موروثی روحانی سلسلے میں اخلاقی انحطاط پیدا ہو چکا تھا۔ مزید یہ کہ تمام صوفی اکابرین پارسائی کے لیے ایک ہی نظریے کی توضیح و تبلیغ اور اس کے نفاذ میں سخت موکد نہیں تھے[62]۔

تجرد کی تائید میں دستیاب نظریات کا تجزیہ

نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نہ صرف اپنے بچوں سے بلکہ دوسروں کے بچوں کے ساتھ بھی انتہائی شفقت اور محبت کرتے تھے[63]۔ آپ ﷺ کو اپنے اہلِ خانہ کی بہتری کی ہمیشہ فکر رہتی تھی اس لیے آپ ﷺ اپنی زوجات کو ان کی ضروریاتِ زندگی کی تمام اشیاء بہم پہنچاتے تھے۔ حضرت عائشہ سے ایک مرتبہ سوال پوچھا گیا کہ گھر میں نبی ﷺ کی مصروفیات

کیا تھیں۔ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ وہ گھر میں ہمیشہ اہلِ خانہ کے لیے کام کرتے رہتے تھے[64]۔

بچوں سے شفقت اور بیوی سے محبت کے ضمن میں تین نقاط قابلِ غور ہیں:

1۔ ابو بصر سراج نے کتاب اللمع میں موصل کے ایک صوفی کا واقعہ لکھا ہے جس نے اپنے بچے کا چہرہ چوما تو آسمان سے اس کو ملامت سنائی دی کہ تمھیں شرم نہیں آئی؟ تم نے کسی اور سے بھی محبت شروع کر دی ہے؟ اس کے بعد اس صوفی نے کبھی اپنے بچے کا چہرہ نہیں چوما۔ یہ حکایت لکھنے کے بعد شاہ ابو نصر سراج، کتاب کے مصنف ایک سوال اٹھاتے ہیں کہ خود نبی اکرم ﷺ نے بچوں کے ساتھ لاڈ پیار کیا اور ان کو چوما! انھوں نے وہ روایت بھی بیان کی جس کے مطابق نبی ﷺ نے بچوں کے ساتھ پر شفقت رویہ رکھا تو اس نے کہا کہ میں نے اپنے بچوں کو کبھی نہیں چوما۔ آپ ﷺ نے اس کو جواب دیا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ ان دونوں روایتوں کو جواب دیتے ہوئے سراج کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ معصوم تھے۔ دنیا کی کسی بھی چیز کی جانب ان کی توجہ کا ارتکاز ان کے روحانی رتبے کو کم نہیں کر سکتا تھا۔ صوفی اس قسم کی خصوصیت سے بہرہ ور نہیں ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ صوفی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اس کی محبت کو اس کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ بانٹے[65]۔ سراج نے یہ نہیں بتایا کہ قرآن مجید کی کون سی آیت میں اس ممانعت کا ذکر ہے نیز بچوں سے محبت اور شفقت نہ کرنے والے معاملے میں، ہمیں نبی اکرم ﷺ کا موقف مل چکا ہے کہ جو شخص بچوں سے محبت نہیں کرتا اس پر آخرت میں رحم نہیں کیا جائے گا۔

2۔ کتاب اللمع میں سراج نے "دنیاوی املاک کی بڑھائی اور چھوٹائی اور ان کی کمائی" کے عنوان سے ایک باب لکھا ہے۔ اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ "صرف نبی اور صدیق ہی مال کمانے کے مجاز ہیں۔ کیونکہ وہ یہ کمائی دوسروں کے لیے کرتے ہیں اور ان کی دلچسپی دوسروں کے حقوق کے تحفظ میں ہے، اپنے لیے وہ اس کی قطعاً کوئی خواہش نہیں رکھتے ہیں۔ جب اللہ کا حکم آتا ہے، وہ اپنی جائداد خرچ کر دیتے ہیں اور جب منع کیا جاتا ہے تو وہ رک جاتے ہیں۔ اس لیے جن لوگوں کے پاس ان جیسا روحانی مقام و مرتبہ نہیں ہوتا ہے وہ دولت کمانے کے لیے پھسل کر گناہوں میں جا پھنستے ہیں[66]۔ اس کیس میں، یعنی دولت اور مال کو مکمل طور پر لوگوں میں خرچ کر دینے کے معاملے میں، ہمیں نبی ﷺ کی حضرت سعد بن ابو وقاص کو کی گئی نصیحت ملتی ہے جس میں آپ ﷺ نے ساری املاک کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے منع کیا اور نصیحت کی کہ اپنی اولاد کے لیے چھوڑ کر جاؤ۔ اسی طرح قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ کا فضل، یعنی مال کمانے کا حکم دیا گیا ہے۔

3۔ احیاء العلوم میں امام غزالی نے ایک عنوان "مرید کے نکاح کے مسائل" میں مرید کو خبردار کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے کئی خواتین کے ساتھ نکاح والی دلیل کی وجہ سے گمراہ مت ہو۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے محبت میں دنیا کی کوئی بھی چیز دراڑ پیدا نہیں کر سکتی ہے۔ اس لیے مرید کو کثرتِ ازواج والی سنت کا خود پر اطلاق نہیں کرنا چاہیے[67]۔ اس کیس میں بھی نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث ہم تک پہنچی ہیں۔ ان میں سے صحیح بخاری کی وہ حدیث اہم ترین ہے جس کے مطابق حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ تین لوگوں نے زندگی بھر نیکیاں کرنے کا ارادہ کیا۔ ان میں سے ایک نے عہد کیا کہ وہ کبھی شادی نہیں کرے گا۔ دوسرے نے کہا کہ وہ کبھی گوشت نہیں کھائے گا اور تیسرے نے کہا کہ وہ کبھی نہیں سوئے گا۔ آپ ﷺ نے تینوں کو بلا کر فرمایا کہ میں اللہ کا زیادہ فرماں بردار ہوں اور سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں۔ میں روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، میں نیند بھی پوری کرتا ہوں اور خواتین سے شادیاں بھی کر چکا ہوں۔ نکاح میری سنت

ہے اور جو میری سنت سے پہلو تہی برتے گا وہ مجھ سے نہیں ہے [68]۔ یہ حدیث امام غزالی کے موقف کے ساتھ ٹکرا رہی ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ اپنے پیروکاروں کو ترغیب دے رہے ہیں کہ وہ شادی کریں، روزی روٹی کمائیں اور پر سکون زندگی گزاریں۔ اس سے متعلق متعدد ایسی مستند احادیث موجود ہیں جس میں زندگی کے دیگر امور کی طرح ازدواجی پہلو کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

اختتام

شادی کی ضرورت پر صوفیانہ ادب میں ذکر موجود ہے لیکن عمومی طور پر صوفیا کو شادی سے دور رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عائلی زندگی اور اس کی ذمہ داریاں صوفیانہ راہ میں رکاوٹ ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتدال پسند صوفیا نے عائلی زندگی بھرپور طریقے سے گزاری ہے۔ شاہ قطب الدین منورؒ اپنے اہلِ خانہ کی فکر کرتے ہوئے اور اولاد کی بہتر انداز میں پرورش کرتے ہوئے ملے ہیں۔ ایک اور احسن مثال شاہ حسوم الدین ملتانیؒ کی ہے جو شاہ نظام الدین اولیاءؒ کے مرید خاص تھے، وہ اپنے اہل خانہ کو حکومت کی جانب سے ملنے والی تنخواہ اور ہدایا مہیا کرتے تھے۔ سیر الاولیا میں بتایا گیا ہے کہ انھوں نے دہلی کے مضافات میں ایک معمولی سے گھر میں زندگی گزاری۔ وہ کھانے پینے اور روزمرہ استعمال کی چیزیں خود اپنے گھر لایا کرتے تھے [69]۔ یقیناً ایسے بہت سے صوفی ہوں گے جنہوں نے اپنے اہلِ خانہ کا خوب خیال رکھا ہو گا۔

المختصر ازدواجی زندگی کے حوالے سے صوفی مصنفین کا یہ موقف کہ تصوف کی عملی مشق کے لیے نبوی طریقہ کار کی پیروی کی ضرورت نہیں ہے، داخلی طور پر نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ سے موافق نہیں ہے اور اس موقف کو قرآن اور سنت کی روشنی میں تجزیے کے بعد از سرِ نو تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔ صوفیا کے جس طبقے کے ہاں عائلی زندگی اپنی اہمیت کے ساتھ مسلمہ ہے ان کے موقف کو آگے لانے اور ترویج دینا بھی ضروری ہے تاکہ زہد و ورع اور اتباع سنت ایک ساتھ عملی اعتبار سے سامنے آسکے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والی ان وعیدوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے کہ:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ [70]

تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟ کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی، اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔

متصوفانہ خیالات کا تنوع یہ ظاہر کرتا ہے کہ صوفیا کے ہاں عائلی ضمن میں ایک ہی منہج کی پیروی نہیں کی گئی ہے اور نظریہ و عمل کا یہ تنوع اس امر کا غماز و عکاس ہے کہ اس میں اصلاح کا سلسلہ ماضی میں جاری رہا ہے اور آج بھی مطلوب ہے۔

حوالہ جات

[1] The family structure of Islam, (Without the name of publisher and year of publishing) P. 50, 51

[2] کتاب مقدس، پاکستان بائبل سوسائٹی، لاہور، کتاب پیدائش، باب نمبر2، آیت نمبر22

[3] لیلیٰ احمد، جنسی تفریق اور اسلام، مترجم: عبد الماجد، لکھنؤ(1917ء) صفحہ نمبر54

[4] Aisha Lemu, Women in Islam, Islamic Council of Europ (1978), P. 39

[5] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، افیصل ناجران و تاجران کتب، لاہور(2003ء) جلد نمبر1، صفحہ نمبر178

[6] محمد مصحفی، اسلام، دینِ معرفت، جامعۃ تعلیماتِ اسلامی، کراچی(1987ء) صفحہ نمبر280

[7] The new Encyclopedia Britanica, Encyclopedia Britanica Limited, London, Vol 4, P. 376

[8] البقرہ:35

[9] الروم:21

[10] البقرہ:187

[11] الاعراف:189۔ النساء:1۔ النحل:72

[12] ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، دار السلام، لاہور، حدیث نمبر55

[13] صحیح بخاری، حدیث نمبر55

[14] خواجہ نظام الدین اولیاء، فوائد الفواد، لطیف ملک پبلشرز، لاہور(1966ء)، صفحہ نمبر105

History of Sufism in India, P. 59

[15] فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء، کتاب فرشی زوار، تہران(1991ء)، صفحہ نمبر107 تا109

[16] تذکرۃ الاولیاء، صفحہ نمبر511

[17] A.J Arberry, Muslim Saints and mystics, Arkana Edition (1990), P. 42

[18] ابو نصر سراج، کتاب اللمع، اردو ترجمہ: اسلامک بک داؤنڈیشن، لاہور(1984ء)، صفحہ نمبر312

[19] Saiyid Athar Abbas Rizvi, History of Sufism in India, South Asia Books, (1997), P. 77

[20] History of Sufism in India, P. 59-60

[21] شیخ شعیب فردوسی، مناقب الاصفیا، کلکتہ(1895ء)، صفحہ نمبر132

Paul Jackson, The way of sufi, Dehli (1987), P. 87

[22] The way of sufi, P. 93

[23] فوائد الفواد، صفحہ نمبر418

[24] History of Sufism in India, P. 251

[25] K.A Nizami, Some Aspects Of Religion And Politics In India During The 13th Century, Asia Publishing House (1961), P. 204-5

[26] شاہ شہاب الدین سہر وردی، عوارف المعارف، اردو ترجمہ: شمس بریلوی، کراچی (1977)، صفحہ نمبر 313

[27] History of Sufism in India, P. 263-264

[28] سیر محمدی، نیشنل میوزیم کراچی، MS, F، 15b

[29] صوفیانہ ادب میں درج گیسو دراز کے سیاسی خیالات کا مطالعہ اس ضمن میں مفید ثابت ہو گا۔

[30] محمد جمالی، سیر العارفین، رضوی پریس، دہلی، 1893ء، صفحہ نمبر 16

[31] History of Sufism in India, P. 63

[32] کتاب اللمع، صفحہ نمبر 320

[33] ابو القاسم قشیری، رسالہ القشیریۃ، محقق: بدیع الزمان فیروز نفر، تہران (1967ء)، صفحہ نمبر 360-261

[34] 247Syed Ali Hajveri, Kashf ul-Mahjub, English translation by R. Nicholson, London, 1911, P.

تذکرۃ الاولیاء، صفحہ نمبر 571-578

[35] فوائد الفواد، صفحہ نمبر 345، 346

[36] کتاب اللمع، صفحہ نمبر 321

[37] کتاب اللمع، صفحہ نمبر 322-323

[38] کتاب اللمع، صفحہ نمبر 322

[39] Kashf ul-Mahjub, P. 263

[40] Ibid, P. 354

[41] Hodgson, The venture of Islam, university of Chicago press (1974), Vol 2, P. 205

[42] ابو حامد الغزالی، احیاء العلوم، اردو ترجمہ: مولانا محمد احسن نانوتوی، مکتبہ رحمانیہ لاہور (س ن)، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 39-108

[43] ایضا، صفحہ نمبر 41-42

[44] ایضا، صفحہ نمبر 41

[45] ایضا، صفحہ نمبر 42

[46] ایضا، صفحہ نمبر 54-55

[47] ایضا، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 242

[48] سید گیسو دراز، آداب المریدین، اردو مترجم: محمد درداء، کراچی۔ (1966)، صفحہ نمبر 113-117

مغربی مصنف ٹور اینڈریو جو اولین عہد کے صوفیا کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں، وہ شادی سے متعلق احادیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان احادیث کی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن تصوف میں انجیل کے الفاظ کی واضح بازگشت موجود ہے کہ "ایک وقت آئے گا جب آدمی کی بیوی اور اس کی اولاد اس کی روحانیت کو غارت کر دیں گے"۔

State University of new york press, (1987) P. 45Tor Andrae, in the garden of myrtles,

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ متجرد رہنا عیسائیوں کا عمل ہے اور اگر صوفیا یہی عمل کریں تو وہ غلطی پر ہوں گے۔{اشرف علی تھانوی، التشرف لمعرفت احادیث التصوف، کتب خانہ مظہری، کراچی (1986ء)، صفحہ نمبر 436}

[49] عوارف المعارف، صفحہ نمبر 308

[50] ایضا، صفحہ نمبر 310

[51] فوائد الفواد، صفحہ نمبر 264

CF.BB, Lawrence, Morals of the heart, P. 259

[52] فوائد الفواد، صفحہ نمبر 33

[53] تذکرۃ الاولیاء، صفحہ نمبر 516

[54] الانفال: 28

[55] التغابن: 14، 15

Kashf ul Mehjub, P. 121, 122[56]

[57] خواجہ سید محمد حسینی چشتی المعروف بندہ نواز گیسو دراز، جوامع الکلم، نفیس اکیڈمی، کراچی، 112

[58] جامع العلوم، ملفوظاتِ مخدومِ جہانیاں اوچ، مرتب: سجاد حسین، دہلی (1987ء)، صفحہ نمبر 644

[59] ایوب قادری، حضرت مخدوم جہانیاں، جہاں گشت، کراچی (1975ء)، صفحہ نمبر 209

[60] جامع العلوم، صفحہ نمبر 558، 671-672

Ibn e Battuta, Trevels of Ibn e Battuta, English Translation: A.A.R. Gibb, Cambridge University Press [61] (1971), P. 702-704

[62] ایسے شواہد بھی موجود ہیں جن میں مخدوم جہانیاں اپنے ایک مرید کے ساتھ رومانوی موضوع سے متعلق بات کر رہے ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ وہ اس کو نو خرید لونڈی کے ساتھ استبرا کے لیے حیلہ سکھا رہے ہیں (جامع العلوم، صفحہ نمبر 214-215)

اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ شاہ مظفر بلخی (م: 1400) جو شاہ شرف الدین منیری کے مریدِ خاص تھے، وہ اپنے دو ایسے مریدین کے ساتھ محو گفتگو تھے جو جنسی جبلت کے ہاتھوں بہت زیادہ مجبور تھے، شاہ مظفر نے ان کو نصیحت کی کہ اگر وہ اپنی اس خواہش پر کسی طور قابو نہیں پاسکتے تو لونڈیوں سے استمتاع کر لیں کیونکہ اس سے نہ تو دنیا میں کوئی نقصان ہو گا اور نہ آخرت میں کوئی عذاب ہو گا۔

Syed Hassan Askrai, Maktub & Malfuz Literature As a Source of Socio-Political History, Khuda Buksh Oriental Public Library, Patna, India ,1981

[63] آپ ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری کے بیٹے کی پیدائش کے وقت اس کا نام ابراہیم رکھا، کھجور سے اس کو گھٹی دی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی، (بخاری، حدیث نمبر5467) بعض دفعہ دورانِ نماز بچے کے رونے کی آواز آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تخفیف فرمادیتے،(صحیح بخاری، حدیث نمبر 707) آپ ﷺ نے ام خالد نامی ایک بچی کو بلا کر اس کو ایک خاص قمیص پہنائی اور فرمایا کہ اس وقت تک پہنو کہ یہ پُرانی ہو جائے(صحیح بخاری حدیث نمبر5823)ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک بچے کو گود میں اٹھالیا، بچے نے کپڑے پر پیشاب کر دیا، اس پر سیخ پا ہونے کے بجائے آپ ﷺ نے اس پر پانی بہا کر صاف کر لیا،(صحیح بخاری، حدیث نمبر6002)

[64] صحیح بخاری، حدیث نمبر5363

[65] کتاب اللمع، صفحہ نمبر322

[66] ایضا، صفحہ نمبر682

[67] احیاء العلوم، جلد نمبر3، صفحہ نمبر145-146

[68] صحیح بخاری، کتاب النکاح، حدیث نمبر5063

[69] جوامع الکلم، صفحہ نمبر266-272

[70] الاعراف:32